ڈاکٹر اصغر علی بلوچ

استاد شعبہ اُردو،گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد۔

”تہذیب الاخلاق“ کی ادبی و تہذیبی حیثیت

Dr. Asghar Ali Bloch

Professor, Department of Urdu, G.C University, Faisalabad.

Literary and Cultural Values of "Tehzeeb ul Akhlaq"

"Tehzeeb ul Akhlaq" played a vital role in promoting the new literary and cultural values. Sir Syed Ahmed khan started this magazine to educate his nation. "Tehzeeb ul Akhlaq" is not only a magazine but a code of social life like spectator and Tattler. It proved to uplift the nation socially and morally. Sir Syed Ahmad Khan and his team wrote important articles about civilization, culture and literature in this magazine. It is fact that "Teheez ul Akhlaq" was manifesto of Aligarh movement. In this article an effort is made to highlight the contribution to "Tehzeeb ul Akhlaq" to introduce the new trends in literature and social life.

Key words: *Promoting, Literary, Cultural, Spectator, Civilization, Manifesto.*

سرسید احمد خان اور تحریک علی گڑھ نے متنوع جہات میں نہ صرف اپنے عہد کو متاثر کیا بلکہ مستقبل کی کئی علمی و ادبی نیز فکری و مذہبی تحریکات و رجحانات کے لیے ساز گار ماحول فراہم کیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد برصغیر پاک و ہند میں اُس پُر آشوب دَور کا آغاز ہوا جو یہاں کے عوام بالخصوص مسلمانوں کی مکمل غلامی پر منتج ہوا۔ اس تناظر میں سرسید احمد خان نے علی گڑھ تحریک، سائنٹفک سوسائٹی اور رسالہ ” تہذیب الاخلاق“ کے ذریعے مسلمان قوم کو زوال آمادہ حال سے عروج پذیر مستقبل کی طرف گامزن کیا اور ان کی علمی وادبی، تہذیبی و ثقافتی اور مذہبی و روحانی پرورش و پرداخت میں اپنا تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ انھوں نے علی گڑھ تحریک اور ”تہذیب الاخلاق“ کی وساطت سے نہ صرف مسلمانانِ برصغیر کے حقوق کا تحفظ کیا بلکہ مستقبل قریب میں اس خطہ پاک کی صورت میں ایک نئی اسلامی جمہوری مملکت کی بنیاد بھی رکھ دی۔

سر سید احمد خان یکم اپریل ۱۸۶۹ء کو انگلستان کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ان کے بیٹے سید حامد اور سید محمود اس سفر میں ان کے ہمراہ تھے۔ لندن میں قیام کے دوان سر سید نے وہاں کے نظامِ تعلیم اور تہذیبی و تمدنی زندگی کو بہت غور سے دیکھا۔ مختلف لائبریریوں میں پرانی فائلوں کو کھنگالا اور خاص طور پر ولیم میور کی کتاب "Life of Mohammad" میں اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے "خطباتِ احمدیہ" کے نام سے اپنی موقر کتاب کا مواد حاصل کیا۔ اسی دوران میں انھوں نے انگلستان میں رچرڈ اسٹیل کے "اسپکٹیٹر" اور ایڈیسن کے "ٹیٹلر" کا مطالعہ کیا اور اُن کے الفاظ میں:

> "اِن پرچوں سے صرف علمِ ادب اور علم انشا ہی میں ترقی نہیں ہوئی بلکہ اخلاق اور عادات اور خَصلت کو بھی بہت کچھ ترقی ہوئی۔۔۔۔ اور خود تہذیب و شائستگی کو ایسی عمدہ صیقل ہوئی جس کی آج تک کوئی نظیر نہیں۔"[۱]

سر سید احمد خان "اسپکٹیٹر" اور "ٹیٹلر" سے اتنے متاثر ہوئے کہ اُن کے مدیران "سر رچرڈ اسٹیل" اور "مسٹر ایڈیسن" کو "لنڈن کے پیغمبر اور سولائزیشن کے دیوتا" کہہ کے خراجِ تحسین پیش کیا۔[۲]

سر سید احمد خان "سفر ولایت سے ۲۔ اکتوبر ۱۸۷۰ء کو واپس ہندوستان پہنچے اور واپسی کے صرف ایک مہینہ ۲۲ دن بعد یکم شوال ۱۲۸۷ھ مطابق ۲۴۔ دسمبر ۱۸۷۰ء کو انھوں نے "تہذیب الاخلاق" کا پہلا پرچہ شائع کر دیا۔"[۳]

"تہذیب الاخلاق" کی اشاعت کے تین ادوار ہیں۔ پہلے دور میں ۱۸۷۰ء سے چھ سال تک، دوسری بار تعطل کے بعد ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۱ء تک اور تیسری بار ۱۸۹۴ء سے ۱۸۹۷ء تک یہ رسالہ چھپتا رہا۔ سر سید احمد خان کے علاوہ اس کے لکھنے والوں میں نواب محسن الملک، مولوی چراغ علی، مولوی ذکاءاللہ، نواب وقار الملک، مولوی نذیر احمد، مولانا حالی وغیرہ اہم لکھنے والوں میں شامل تھے۔

"تہذیب الاخلاق" کے سربرآوردہ مضمون نگار خود سر سید احمد خان تھے۔ اُنھوں نے اپنے بہترین مضامین اسی پرچے کے لیے لکھے۔ سید عبداللہ لکھتے ہیں:

> "یہ یاد رہے کہ سید صاحب کے سارے مضامین باقاعدہ Essay کی حد میں داخل نہیں ہو سکتے مگر مضامین کی کافی تعداد ایسی ہے جن کو اس صنف میں شامل کیا جا سکتا ہے مثلاً "تہذیب الاخلاق" کے مندرجہ ذیل مضامین:
>
> تعصب، تعلیم و تربیت، کاہلی، اخلاق، ریا، مخالفت، خوشامد، بحث و تکرار، سولزیشن، اپنی مدد آپ، سمجھ، گزرا ہوا زمانہ، امید کی خوشی، رسم و رواج کے نقصانات، عورتوں کے حقوق، انسان کے خیالات، آزادی رائے، تربیت اطفال، سرابِ حیات، خود غرضی اور قومی ہمدردی، آخری پرچہ تہذیب الاخلاق۔"[۴]

اگر بہ غور جائزہ لیا جائے تو "تہذیب الاخلاق" کے دورِ اول میں کل ۳۲۶ مضامین میں سے ۱۱۲، دورِ دوم کے ۶۷ مضامین میں سے ۲۳ اور دورِ آخر کے تقریباً ۳۷ مضامین (۵) سر سید احمد خان نے تحریر کیے ہیں۔ اس لحاظ سے "تہذیب الاخلاق" میں ان کے تقریباً دو سو باون مضامین شائع ہوئے ہیں جن میں ان کے فکری و تہذیبی رجحانات کو بہ خوبی دیکھا جا سکتا ہے۔

"تہذیب الاخلاق" کے دیگر نمایاں لکھنے والوں میں سر سید کے نامور رفقائے کار کے نام شامل ہیں۔ ان کے مضامین کی نوعیت اور معیار کے بارے میں سید عبداللہ نے اپنی کتاب "سر سید احمد خان اور ان کے رفقائے کار کی اردو نثر کا فنی اور فکری جائزہ" میں مختصر لیکن پُر مغز تبصرہ کیا ہے۔ وہ رقم طراز ہیں:

> "تہذیب الاخلاق" کے مقالات عموماً مختصر ہوتے تھے اور ان میں ایک خاص نقطہ نظر بھی موجود ہوتا تھا مگر ان کا انداز بے حد متین اور غیر دل چسپ تھا۔ اس کے مضامین گہری مقصدیت کے غلاف میں ملفوف ہوتے تھے جن میں شگفتگی اور رنگینی عموماً مفقود ہوتی تھی۔"(۶)

یہ حقیقت اپنی جگہ درست ہے مگر سر سید احمد خان کی پوری تحریک مقصدیت کے زیرِ اثر ہونے کی وجہ سے ادبی سطح پر بھی ادب برائے مقصد کا محور نظر آتی ہے۔ جہاں تک ان کے اپنے مضامین کا تعلق ہے ان میں خوب صورت نثر کے جملہ امکانات موجود ہیں۔ مولوی عبدالرحمان آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ ۱۴۔ فروری ۱۹۴۱ء کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے سر سید احمد خان کے اسلوبِ نگارش کے بارے میں کہتے ہیں:

> "سر سید اردو کی حمایت کو اپنا بہت بڑا فرض اور ایک اہم قومی خدمت سمجھتے تھے ان کا ذوقِ ادب ایسا اچھا تھا کہ اگر وہ دوسرے بکھیڑوں میں نہ پڑ جاتے تو اُردو کے بہت بڑے ادیب ہوتے۔"(۷)

"تہذیب الاخلاق" کے متعدد مضامین میں سر سید احمد خان ایک کامیاب نثر کار کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔ ان کا اسلوب سادہ، بامقصد، جامع اور حقیقتِ حال کا عکاس تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریر موثر ہوتی تھی اور اس میں خلوص و صداقت پائی جاتی تھی۔ خاص طور پر "تہذیب الاخلاق" میں عام فہم اور سادہ نثر کے نمونے ملتے ہیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ ان کے اسلوب کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "سر سید کی تحریریں موثر ہونے کے باوجود بعض اوقات بے لطف ہو جاتی ہیں اور اثر و تاثر کی وجہ تو یہ ہے کہ ان کے خیالات میں خلوص اور سچائی ہے۔ یعنی "دل سے بات نکلتی ہے دل پر اثر کرتی ہے۔"(۸)

"تہذیب الاخلاق" میں سر سید نے زبان و بیان اور اُسلوب کے حوالے سے بھی اپنا نقطہ نظر کھل کر بیان کیا ہے۔ وہ قدیم شعراء و ادباء کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خیال بندی کا طریقہ اور تشبیہ و استعارہ کا قاعدہ ایسا خراب و ناقص پڑ گیا ہے جس سے ایک تعجب تو طبیعت پر آتا ہے مگر اُس کا اثر مطلق دل میں یا خصلت میں یا اس انسانی جذبہ میں جس سے وہ متعلق ہے کچھ بھی نہیں ہوتا۔"(۹)

اس لحاظ سے دیکھیں تو وہ ادب و انشا کا مقصد محض تفریح یا آرائش بیان نہیں لیتے بلکہ اپنے افادی نظریے کے تحت معانی و مطالب کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک مضمون کو طرزِ ادا پر اولیت حاصل ہے۔ حالی نے بھی "حیاتِ جاوید" میں اُن کے اسلوب اور مقصدیت کے حوالے سے انھیں "ریفارمر" قرار دیا ہے اور خطابت اور بلند آہنگی ان کے پیرایہ اظہار کا لازمہ گردانا ہے اُن کے اس افادی نقطہ نظر پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر سلیم اختر رقم طراز ہیں:

"سرسید احمد خان نے سوشلسٹوں سے کہیں پہلے ادب برائے قوم / زندگی / افادہ کا تصور دیا۔ ادب میں مقصدیت کو ترقی پسند ادب کی تحریک سے مشروط کیا جاتا ہے کہ انھوں نے یہ مباحث چھیڑے اور اصطلاحات استعمال کیں مگر جہاں تک اردو دنیا میں اس تصوّر کے اوّلین نقوش کا تعلق ہے تو بلاشبہ سرسید احمد خان ہی تھے جنھوں نے سوشلزم سے ناواقف ہوتے ہوئے اور ہندوستان میں ترقی پسند تحریک کے باضابطہ آغاز (۱۹۳۶ء) سے کوئی پون صدی قبل ادب کو عصری تقاضوں کے تابع کرنے کی تلقین کی۔"(۱۰)

مخصوص مقاصد کی تکمیل کے لیے "تہذیب الاخلاق" کے مصنفین کے ہاں بالعموم اور سرسید احمد خان کے ہاں بالخصوص استدلالیت، عقلیت اور سائنس پسندی کا رجحان پایا جاتا ہے اس لیے وہ یہی خدوخال ہیں جن سے "تہذیب الاخلاق" کا مجموعی اسلوب تشکیل پاتا ہے۔

"تہذیب الاخلاق" کی تہذیبی حیثیت بھی اس کی ادبی حیثیت کی طرح منفرد اور مسلّمہ ہے۔ سرسید احمد خان نے جہاں مذہبی، علمی، ادبی اور سیاسی سطح پر کارہائے نمایاں انجام دیے اور بعض امور میں موردِ الزام ٹھہرائے گئے وہاں ان کا تصورِ تہذیب بھی خاصا متنازع ہے۔ ان کی تحریروں میں ان کا تصورِ تہذیب کھل کر سامنے آتا ہے اور "تہذیب الاخلاق" کے اجرا کا بھی ایک بڑا مقصد یہی تھا کہ قوم کو تہذیبی و سماجی سطح پر باشعور کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نیچر (فطرت) اور مذہب کے مابین مطابقت پیدا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں بلکہ وہ مغربی نظریہ فطرت کو اپنے خیالات و معتقدات کے سانچے میں ڈھال کر اس طرح پیش کرتے ہیں کہ انسان کی تہذیبی زندگی میں تحرک پیدا ہو جاتا ہے۔ اُن کے تصور تہذیب پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے ابوالکلام قاسمی لکھتے ہیں:

"سرسید اپنے تہذیبی شعور کی مدد سے مشرق اور مغرب کی اعلیٰ روحانی اور مادی قدروں کو ہم آہنگ کرتے ہیں اور ان دو عناصر کی شمولیت سے ایک نئے تصورِ تہذیب کی داغ بیل ڈالتے ہیں، یہ وہی تہذیبی تصور ہے جس کا عرفان بعد میں علامہ اقبال نے حاصل کیا اور مشرق کی

روحانیت (یا جمال) اور مغرب کی مادیت (یا جلال) کو ہم آمیز کر کے انسانِ کامل کا خواب دیکھا
تھا۔"(۱۱)

"تہذیب الاخلاق" کے سرِ ورق پرThe Muhammad an Social Reformerانگریزی میں اور "تہذیب الاخلاق" اردو میں چھپا ہوتا تھا جب کہ پہلے دور میں اطلاع کے عنوان سے پرچے کا مقصد بھی درج ہوتا تھا جو بعد ازاں کے دو ادوار میں ختم کر دیا گیا۔ "تہذیب الاخلاق" کی تہذیبی حیثیت اس کے اغراض و مقاصد کے باب میں خود سر سید احمد خان نے واضح کر دی ہے۔ لکھتے ہیں:

"اس پرچے کے اجرا سے مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو کامل درجہ کی سویلزیشن یعنی تہذیب اختیار کرنے پر راغب کیا جائے تا کہ جس حقارت سے سویلائزڈ یعنی مہذب قومیں اُن کو دیکھتی ہیں وہ رفع ہو اور وہ بھی دنیا میں معزز و مہذب قوم کہلائیں۔"(۱۲)

سر سید احمد خان نے اپنے بیشتر مضامین میں بھی تہذیب و ثقافت کے مباحث چھیڑے ہیں۔ اس سلسلے میں سولزیشن اور "کن کن چیزوں میں تہذیب چاہیے؟" دیکھے جاسکتے ہیں۔ اپنے آخری الذکر مضمون میں وہ "آزادی رائے، درستی عقائدِ مذہبی، خیالات و افعال مذہبی، صدق مقال، دوستوں سے راہ و رسم، کلام، لہجہ، طریقِ زندگی، صفائی، طرزِ لباس، طریقِ اکل و شراب، تدبیر منزل، رفاہ عورتوں کی حالت میں، کثرتِ ازدواج، غلامی، رسوماتِ شادی، رسوماتِ غمی، ترقی زراعت اور تجارت" کے ذیلی عنوانات کے تحت مسلمانوں کی تہذیبی و سماجی زندگی میں اصلاحِ احوال کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ اسی طرح اپنے ایک مضمون "نامہذب ملک اور نامہذب گورنمنٹ" میں سر سید احمد خان لکھتے ہیں:

"ملک جب نامہذب ہوتا ہے تو ضرور کچھ نہ کچھ گورنمنٹ میں ناتہذیبی آجاتی ہے اور جب گورنمنٹ مہذب ہوتی ہے تو کسی نہ کسی قدر تہذیب ملک میں ہو جاتی ہے۔"(۱۳)

سر سید احمد خان نے "سید الاخبار" اور "علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ" سے جس علم و ادبی صحافت کا آغاز کیا تھا۔ وہ "تہذیب الاخلاق" کی صورت میں اپنے اہم سنگِ میل عبور کرتی نظر آتی ہے۔ اس اہم اور تاریخ ساز پرچے نے ادبی و تہذیبی ہر دو سطحوں پر علی گڑھ تحریک کی بھرپور نمائندگی کی اور سر سید احمد خان کے افکار و خیالات کا نقیب بن کر آج بھی اپنے موضوعات و مضامین کی صورت میں ہماری ادبی و تہذیبی جہات کو درست کرنے میں اپنا فعال کردار ادا کر رہا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اسماعیل پانی پتی، مولانا، مقالاتِ سرسید (حصہ دہم)، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۲، ص: ۴۶۔۴۵
۲۔ سر سید احمد خاں، تہذیب الاخلاق کے مضامین، جلد دوم، لاہور: قومی دکان، س ن، ص: ۴۴۷

۳۔ محمد اسماعیل پانی پتی، مولانا، پرچہ "تہذیب الاخلاق" اور اس کے اغراض و مقاصد، مشمولہ:ماہِ نو(سر سید احمد خان مسلمانانِ برصغیر پاک وہند کے محسنِ اعظم)، نگرانِ اعلی:محمد سلیم، جلد:۷۰، شمارہ:۱،لاہور،۲۰۱۷،ص:۴۵۶

۴۔ عبداللہ، سید،ڈاکٹر، سر سید احمد خان اور اُن کے نامور رفقا کی اردو نثر کا فنی اور فکری جائزہ، لاہور: مکتبہ کارواں، ۱۹۶۰، ص:۴۳

۵۔ ظفر حسن،ڈاکٹر، سرسید اور حالی کا نظریہ فطرت،لاہور:ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ،۱۹۹۰ ،ص:۸۱

۶۔ عبداللہ،سید،ڈاکٹر، سر سید احمد خان اور اُن کے نامور رفقا کی اردو نثر کا فنی اور فکری جائزہ، ص:۱۹۹

۷۔ عبدالرحمان، مولوی، بحوالہ اکرام چغتائی(مرتب)، مطالعہ سر سید،لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۶،ص:۱۰۵

۸۔ عبداللہ،سید،ڈاکٹر، سر سید احمد خان اور اُن کے نامور رفقا کی اردو نثر کا فنی اور فکری جائزہ، ص:۵۲۔۵۱

۹۔ محمد اسماعیل پانی پتی، مولانا، مقالاتِ سر سید(حصہ دہم)، ایضاً، ص:۴۷

۱۰۔ سلیم اختر،ڈاکٹر، کیا آج سر سید احمد خان کی ضرورت ہے؟ مشمولہ: سر سید شناسی، مرتبہ: پروفیسر طاہر تونسوی، لاہور: الفیصل، ۲۰۰۲،ص:۲۷۰

۱۱۔ ابوالکلام قاسمی، سر سید کا تہذیبی شعور، مشمولہ: سر سید شناسی، مرتبہ: پروفیسر طاہر تونسوی، ص:۳۰۳۔۳۰۲

۱۲۔ محمد اسماعیل پانی پتی، مولانا، مقالاتِ سر سید(مرتبہ)، مشمولہ: ماہِ نو، لاہور، ص:۴۵۷

۱۳۔ سر سید احمد خان، مقالاتِ سر سید، جلد ۹۱، ص:۱ بحوالہ سلیم اختر،ڈاکٹر، کیا آج سر سید کی ضرورت ہے؟مشمولہ: سر سید شناسی، مرتبہ: طاہر تونسوی، ص:۲۷۲